قومی اور جماعتی زندگی کے نفسیاتی مؤثرات

از

(جناب مولوی محمد تقی صاحب امینی)

"نفسیات" کا مسئلہ نہایت اہم ہے قومی اور اجتماعی مسائل کے حل کرنے کے لئے اس کا سمجھنا بہت ضروری ہے اس کے بغیر صحیح معنوں میں نہ کوئی شخص جماعتی زندگی میں حصہ لے سکتا ہے نہ اس کی قیادت کرسکتا ہے اور نہ ٹھیک تعلیم و تربیت کا انتظام کرسکتا ہے۔

ظاہر ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ انسانی فطرت کیا ہے؟ اندرونی زندگی کے مؤثرات و محرکات کیا ہیں؟ خارجی زندگی میں ان کا کس قسم کا اثر پڑتا ہے اس وقت تک کسی قوم و جماعت کے بارے میں نہ راہِ عمل متعین کی جاسکتی ہے اور نہ صحیح فیصلہ ہوسکتا ہے۔

جدید دنیا نے اس مسئلہ کو مستقل علم کی شکل دے کر نہایت شاندار اور قیمتی بحثیں کی ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہر طبقہ و ہر پیشہ کی تعلیم سے پہلے ان کی نفسیاتی عوامل کا مطالعہ کیا جاتا ہے پھر ان کے لئے راہِ عمل کا تعین ہوتا ہے۔

یہاں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرنی مشکل ہے چند ابتدائی اور بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ قومی اور جماعتی زندگی سمجھنے میں کسی قدر سہولت ہوسکے۔

فطرت قبول حق کی قوت واستعداد کا نام ہے

قرآن حکیم میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مؤثرات جن کا اثر عملی زندگی پر پڑتا ہے بنیادی حیثیت سے چار ہیں۔ (۱) فطرت (۲) وراثت (۳) ماحول اور (۴) تعلیم و تربیت اب ان میں سے ہر ایک کی بالترتیب تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ اس کی حیثیت تخم کی ہے جس طرح تخم میں بالقوۃ نشوونما اور درخت بننے کی قوت موجود ہوتی ہے اسی طرح فطرت میں نشوونمائی اور برگ وباری کی استعداد ہوتی ہے۔

اس بنا پر ہر انسان فطرتاً نیک ہوتا ہے اور جب تک دوسرے مؤثرات کا غلبہ نہیں ہوجاتا

ہے یہ فطرت برابر لائٹ کا کام دیتی رہتی ہے۔[1]

اس کی بنیاد درج ذیل آیتیں ہیں۔

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا پ۲۱ — اللہ کی وہ تراش جس پر اس نے لوگوں کو تراشا[2]

دراصل یہ تراش ہی ایسی ہے جس میں قبولِ حق کی استعداد بھر دی گئی ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم پ۳۰ ۹۶ — ہم نے انسان کو خوب سے خوب اندازے پر پیدا کیا۔[3]

فطرت کے بارے میں محققین کی رائیں | فطرت کے بارے میں محققین کی تصریحات یہ ہیں۔

لغتِ حدیث کی مشہور کتاب مجمع البحار میں ہے۔

"فطر" کے معنی ایجاد کرنا اور گھڑنا۔ فطرت کا مطلب یہ ہے کہ انسان ابتداء اور اختراع کے مرحلہ میں جبلت و طبیعت کی ایسی حالت پر پیدا ہوتا ہے کہ اس میں قبولِ دین (حق) کی استعداد ہوتی ہے۔[4]

"محلی ابن حزم" میں فطرت کی یہی تشریح مذکور ہے۔[5]

امام غزالیؒ کہتے ہیں

تمام آدمیوں کا جوہر اصل فطرت میں قبول و اصلاح کی لیاقت رکھتا ہے جس طرح ہر لوہا آئینہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔[6]

قاضی بیضاوی کہتے ہیں

انسان فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے یعنی قبولِ حق کی قدرت پر۔[7]

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فطرت پر نہایت محققانہ بحث کی ہے جس کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔[8]

---

[1] "Lexxican" کی لغت میں فطرت کی یہ تعریف ہے۔ فطرت۔ بچہ کی وہ نیچرل کانسٹی ٹیوشن جس پر کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں روحانی لحاظ سے بنایا جاتا ہے ۱۲ فطرت۔ پر قدیم و جدید فلسفیوں نے کافی بحث کی ہے۔ روسو۔ کے نزدیک انسان فطرتاً نیک پیدا ہوتا ہے پستالوزی اپنے دورِ اول اور دورِ آخر میں اسی کا قائل تھا ان کے علاوہ دوسرے فلسفی جو اسلام سے زیادہ متاثر ہیں ان کے خیالات اس سے ملتے جلتے ہیں (ملاحظہ ہو پستالوزی کا فلسفۂ تمدن و تعلیم) [2] ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ [3] حوالہ بالا [4] مجمع البحار ج ۳ ص ۸۵ [5] از فیض الباری ج ۲ [6] کیمیائے سعادت عنوان اول [7] بیضاوی ص ۹۶ [8] فیض الباری ج ۲ کتاب الجنائز ص ۴۸۴ تا ۴۸۹

حضرت شاہ ولی اللہ نے فطرت کے دو حصّے کئے ہیں اور ان دونوں کو ظاہری و باطنی خصوصیات پر محمول کیا ہے مثلاً وہ فرماتے ہیں۔

"انسان کی ظاہری خصوصیت اس کا سیدھا جسم دل کش رنگ اور دل رُبا صورت ہے وہ اس وصف میں اپنی خاص ہیئت کے ساتھ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے اسی طرح اس کی باطنی خصوصیت سمجھ بوجھ عقل اور یہ کہ اس میں اللہ کی معرفت کی طلب اس کی عبادت کا جذبہ اور زندگی میں انتفاع کی صورتیں وغیرہ بھر دی گئی ہیں یہ اس کی فطرت ہے"[1]

ایک اور موقع پر شاہ صاحب تمام انبیاء کی تعلیمات کا خلاصہ طہارت۔ اخبات۔ سماحت اور عدالت میں بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

"والحالۃ المرکبۃ منہا تسمی الفطرۃ وللفطرۃ اسباب تحصل بہا بعضہا علمیہ وبعضہا عملیۃ"[2]

ان چاروں اوصاف کی ترکیب سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کا نام فطرۃ ہے اور فطرۃ کے بہت سے علمی اور عملی اسباب انھیں اوصاف سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس عبارت سے غالباً شاہ صاحب کا مقصد فطرت کا مزاج سمجھانا اور اس کے رجحانات کی سمت متعین کرنا ہے۔

قوتِ ملکیہ اور قوتِ بہیمیہ جن کا ذکر حدیثوں میں آتا ہے اور شاہ صاحب نے جس پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے وہ فطرت کے ماسوا نیکی و بدی کے محرکات ہیں اور اس وقت میرے موضوعِ بحث سے خارج ہیں[ع]

ہر انسان فطرۃ پر پیدا ہوتا ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے نہ کہ اکثریہ

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ قدرت کا قانون "فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا" اور رسول اللہ کا فرمان "کل مولود یولد علی الفطرۃ" (ہر بچہ فطرۃ پر پیدا ہوتا ہے) تمام انسانوں کے لئے عام ہے اس میں کسی قسم کی تخصیص اور تفریق

ع ڈاکٹر ژانگ "guing" نے "Persena" اور "Anima" کے نام سے جو بحث کی ہے وہ قوت ملکیہ اور بہیمیہ سے ملتی جلتی ہے (شاہ ولی اللہ کا فلسفۂ تعلیم)

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۳ [2] حوالہ بالا ۱۷۰

نہیں ہے یعنی یہ قاعدہ کلیہ ہے نہ کہ اکثریہ کیوں کہ مذکورہ دونوں عبارتوں سے کلیت ہی ثابت ہوتی ہے۔ ؎

باقی رہیں وہ روایتیں اور حدیثیں جن سے بظاہر اس کلیت پر شبہ ہوتا ہے اور یہ کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے مثلاً خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل کر دیا تھا اس کے لئے یہ فرمانا کہ وہ پیدائشی شریر اور کافر تھا یا رسول اللہؐ کا یہ فرمان کہ سعادت و شقاوت کا فیصلہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے یا جنتی اور دوزخی ہونے کا معاملہ اسی وقت طے ہو جاتا ہے جب کہ بچہ پشت میں ہوتا ہے اس قسم کی تمام روایتوں کا تعلق سعادت اور شقاوت کی بحث سے ہے نہ کہ فطرۃ سے۔ فطرۃ کا تعلق حس اور احساس سے ہے جو ابتدائی مرحلہ میں انسان کو عطا ہوتا ہے اور سعادت و شقاوت کا تعلق انسان کی پوری زندگی اور آئندہ کے تمام اعمال و افعال سے ہے۔

یہ اللہ کا انتہائی فضل و کرم ہے کہ اس نے مستقبل (آئندہ) کو ہم سے پوشیدہ رکھا تاکہ ہم راحت و سکون سے زندگی گذار سکیں لیکن علم الٰہی چونکہ حال و مستقبل کی قید سے پاک ہے اس لئے جو کچھ انسان اپنے قصد و ارادہ سے آئندہ کرے گا وہ سب کرنے سے پہلے علم الٰہی میں محفوظ اور موجود ہے اور بعینہٖ اسی طرح محفوظ ہے کہ گویا وہ کر چکا ہے۔ ہم مستقبل کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ اس بنا پر نہیں کر سکتے ہیں کہ اس کا قطعی علم ہمیں نہیں حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کو آئندہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے لاعلمی کا عذر نہیں ہے اس لئے آئندہ کے کاموں کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اپنے قطعی علم کی بنا پر پیدائش کے وقت انسان کی سعادت و شقاوت کا فیصلہ کر دیتے ہیں جس طرح ہم اپنے ناقص علم اور تجربہ کی بنا پر آئندہ کا بجٹ بناتے ہیں۔

مذکورہ حدیثوں میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ علم الٰہی کی بنا پر ہے اور اس فیصلہ کی بجنسہٖ وہی صورت ہے جو کام کے بعد کی ہوتی ہے اس بنا پر نہ ان حدیثوں کا فطرت سے کوئی تعلق ہے اور نہ اس بات سے کہ بعض فطرتاً نیک بخت ہوتے ہیں اور بعض فطرتاً بد بخت۔ بلکہ ان کا تمام تر تعلق بعد کے اعمال و افعال سے ہے جنہیں انسان اپنے قصد و ارادہ سے کرے گا یہ فیصلے در اصل نتیجہ ہیں بعد کے کاموں کے نہ کہ بعد کے کام ان کے نتیجہ ہیں اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے ورنہ غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔

؎ البتہ فلسفیوں کے یہاں اس بارے میں مختلف قول ملتے ہیں جن سے اس وقت مجھے بحث نہیں ۱۲

دوسرا وراثت ہے۔

(۴)

کچھ خاصیتیں اور صلاحیتیں بطور وراثت ملتی ہیں شاکلہ کی تفسیر سے وراثت پر استدلال

وراثت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو کچھ خاصیتیں اور صلاحیتیں بطور وراثت ملتی ہیں یعنی جس طرح انسان صورت شکل میں والدین اور خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ کسی نہ کسی حد تک مشابہ ہوتا ہے اسی طرح سیرت میں کسی نہ کسی درجہ مشابہت ہوتی ہے اور مزاج و طبیعت کے بنانے میں اس کو بھی دخل ہوتا ہے۔ع

قرآن حکیم کی درج ذیل آیت میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

کل یعمل علی شاکلتہ ۱۷/۸۴ ہر کوئی کام کرتا ہے اپنے ڈول پر[۱]

ڈول ہندی لفظ ہے جس کے معنی ابتدائی صورت۔ بناوٹ۔ ڈھانچہ وغیرہ ہیں۔

عربی میں شاکلۃ شاکل کی مؤنث ہے معنی مثل۔ نظیر۔ مشابہت۔ مسلک۔ طریقہ۔ مذہب وغیرہ ہیں محاورہ ہے لست علی شکلی ولا علی شاکلتی[۲] (تو میرے مسلک اور طریقہ پر نہیں ہے) فیہ شکلۃ او شاکل من ابیہ[۳] (اس میں اپنے باپ سے مشابہت ہے)

محققین کی تصریحات یہ ہیں:۔

ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں کہ

مجاہد نے اس کی تفسیر "طبیعت" سے کی ہے اور بعضوں نے اس سے مراد وہ عادتیں لی ہیں جن پر انسان کی ترکیب ہوئی ہے علی عادتہ التی الفہا خود ابوبکر کے نزدیک اس کے معنی "

ع اس سلسلہ میں "اجتماعیات" کا بیان یہ ہے

قوم صرف مادیات میں اپنے اسلاف کی پیروی نہیں کرتی بلکہ وہ ان کے جذبات و احساسات سے بھی متاثر ہوتی ہے ...... عملی زندگی کے مؤثرات کی تین قسمیں ہیں (۱) آباء و اجداد یعنی گزشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر جو تمام اسباب سے قوی ہوتا ہے (۲) ماں باپ کا اثر (۳) ملک جغرافیائی حدود آب و ہوا اور گرد و پیش کی چیزوں کا اثر ...... ہر قوم میں چند اخلاقی اوصاف پائے جاتے ہیں جو اسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں یہ اخلاقی و عقلی اوصاف جن کے مجموعہ سے ہر قوم میں ایک مشترک روح پیدا ہوتی ہے زمانہ کے سیکڑوں برس کی گردش کا نتیجہ ہوتے ہیں اس لئے وہ ہر قوم کے عہد گذشتہ کا خلاصہ اس کے آباء و اجداد کی وراثت اور اس کی موجودہ روش کا مبدء اولین ہے اخلاق ایک موروثی چیز ہے اور وراثت کو صرف زمانہ ہی زائل کر سکتی ہے۔ (انقلاب الامم ص ۱۳۰۹) [۱] ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب [۲] ترجمان القرآن ج ۲ ص ۲۷ [۳] المنجد۔

جس کے وہ لایق اور مشابہ ہے" جس طرح قرآن حکیم میں دوسری جگہ ہے الخبیثات للخبیثین والطیبات للطیبین، (خبیث اور گندی باتیں خبیث اور گندے لوگوں کے لئے ہیں اچھی اور پاکیزہ باتیں اچھے اور پاکیزہ لوگوں کے لئے ہیں) اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیئے[1]

مدارج السالکین کی شرح منازل السائرین میں بھی یہی معنیٰ بیان ہوئے ہیں[2]

قاضی بیضاوی آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں۔

"ہر آدمی اس طریقے پر عمل کرتا ہے جو طریقہ ہدایت و ضلالت میں اس کی حالت کے مشابہ ہوتا ہے اور اس طریقے پر عمل کرتا ہے جو جوہر روح اور مزاج بدن کی حالتوں کے مشابہ ہوتا ہے[3]

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کہتے ہیں

"علی شاکلتہ ای طریقتہ التی جبل علیہ[4] اپنے اس طریقے پر جس پر اس کی جبلت کی گئی ہے

یہ بات تو بہر حال مسلم ہے کہ انسان کی ظاہری صورت کی طرح اس کی ایک معنوی صورت بھی ہوتی ہے جو ابتداء میں بنتی ہے اور تاثیر کے فعل کو قبول کرتی ہے اس مرحلہ میں چونکہ ماں باپ زیادہ قریب ہوتے ہیں اس بناء پر ان کا زیادہ اثر پڑتا ہے اور ان کے توسط سے تمام ان لوگوں کا اثر پڑتا ہے جن کا ماں باپ پر اثر ہے درج ذیل بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ ابوحیان اندلسی کہتے ہیں

شاکلتہ کے معنی اس طریقے اور روش کے ہیں جو اس کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے فراء کا بیان بھی یہی ہے[5]

ظاہر ہے کہ یہاں فطرت کے معنی وہ نہیں ہو سکتے جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں کیونکہ فطرت کے فعل میں یکسانیت پائی جاتی ہے اور آیت میں یکسانیت بیان کرنا مقصود نہیں ہے اس بناء پر علامہ نے فطرت سے وہ معنوی صورت مراد لی ہوگی جو ابتداء میں انسان کو دی جاتی ہے یعنی جس

---

[1] احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۵ [2] منازل السائرین ج ۲ ص ۲۰۷ [3] بیضاوی ص ۳۰۹ [4] حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۲۰ و ۲۲ [5] البحر المحیط ج ۶ ص ۷۵ از لغات القرآن۔

نہاد پر اس کو بنایا جاتا ہے اور جس خمیر پر اس کو اٹھایا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی کہتے ہیں۔

''ہر ایک عمل کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر'' ع ہر کسے آں کند کزو شاید'' یعنی اس سجیہ (بناوٹ) پر کہ جس کا تم نے اسے پابند کیا ہے کیوں کہ سجیہ کا غلبہ انسان پر چھایا رہتا ہے جیسا کہ میں نے ''الذریعۃ الی مکارم الشریعہ'' میں بیان کیا ہے یہ آیت اسی طرح کی ہے جیسا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے ''کل میسر لما خلق لہ'' ہر ایک کے لئے وہی چیز آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔[1]

یعنی ابتدائی سرشت میں جس کے لئے جو صلاحیتیں مہیا کردی گئی ہیں اسی کے کرنے میں انسان کو سہولت ہوتی ہے یہ واضح رہے کہ مذکورہ حدیث میں آسانی اور سہولت کا ذکر ہے یہ نہیں ہے کہ انسان دوسرے مؤثرات کی بنا پر اس کے خلاف کر ہی نہیں سکتا ہے۔

گذشتہ قوموں کے تذکرہ سے وراثت پر استدلال

زیر بحث آیت کے علاوہ قرآن حکیم میں بکثرت بگڑی ہوئی قوموں کے آباء و اجداد کا تذکرہ کیا گیا ہے جس سے موجودہ لوگوں کی روش پر استدلال کیا گیا ہے مثلاً یہودیوں کے ذکر میں ان کے آباء و اجداد کا تذکرہ اور نصاریٰ کے بیان میں ان کے آباء و اجداد کے حالات کا ذکر وغیرہ اس قسم کے تمام مواقع میں منجملہ اور باتوں کے یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے کہ ہر قوم کسی نہ کسی حد تک اپنے عہد گذشتہ کا خلاصہ ہوتی ہے اور کچھ صلاحیتیں اور خاصیتیں بطور وراثت منتقل ہوتی ہیں جن کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا ہر انقلابی و اصلاحی تحریک کی کامیابی کے لئے ضروری ہے اسی طرح قوموں اور جماعتوں کی طرز معاشرت، رسم و رواج وغیرہ زندگی کے مظاہر پر وراثت کا جو اثر پڑتا ہے اس کا ادنیٰ اشارہ ان آیتوں میں موجود ہے۔

قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ اباءنا — وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔
۵/۱۰۴

قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا — وہ کہتے ہیں کہ ہم اس طریقہ پر چلیں گے جس پر اپنے بڑوں کو چلتے ہوئے پایا ہے۔
۲/۱۰۷

---

[1] لغات القرآن۔

قالوا بل وجدنا اباءنا کذلک یفعلون — وہ کہتے ہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے

ان آیتوں میں وراثت کے ثبوت کی طرح ماحول کا بھی ثبوت ملتا ہے کیوں کہ طرزِ معاشرت اور رسم و رواج میں ماحول کا کافی اثر پڑتا ہے۔

مظاہر کے ساتھ قوموں کو کس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور ان سے کتنی خوش اور مطمئن رہتی ہیں اس کا ذکر درج ذیل آیتوں میں ہے۔

کل حزب بما لدیھم فرحون — ہر گروہ کے پاس جو مذہب و مشرب ہے وہ اس پر خوش ہے

وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علی اثٰرھم مقتدون — ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین و آئین پر پایا انھیں کے نقش قدم کی اقتدا کرتے ہیں۔

ایک جگہ علی اثٰرھم لمھتدون ہے — انھیں کے قدموں پر ہم راستہ پائے ہوئے ہیں۔

احادیث میں بھی وراثت کا ثبوت ملتا ہے	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان سے بھی وراثت کا ثبوت ملتا ہے
	کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ [1]

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ (خاندان) اس کو یہودی، نصرانی، مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔

اس حدیث سے وراثت اور ماحول دونوں پر روشنی پڑتی ہے۔

الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ [2] — لوگ کان ہیں سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح (ان کانوں سے مختلف قسم کے لوگ نکلتے ہیں)

یہ تشبیہ نہایت دوررس اور نتیجہ خیز ہے اس میں جس قدر آپ غور کریں گے حقیقت کھلتی جائے گی اور غور و فکر کے لئے نئے میدان سامنے آتے جائیں گے جس سے اصلاح و تربیت کے مسائل حل کرنے میں سہولت ہوگی۔

الود یتوارث والبغض یتوارث [3] — محبت اور بغض وراثۃً چلتے ہیں

[1] بخاری و مسلم [2] مسلم و مشکوۃ کتاب العلم [3] کنز العمال

اسی طرح رسول اللہ نے غصہ کے سلسلہ میں لوگوں کی مختلف قسمیں گنائی ہیں، مثلاً

(۱) بعض کو جلد غصہ آتا ہے اور جلد ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

(۲) بعض کو دیر میں غصہ آتا ہے اور دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے۔

(۳) بعض کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلد ٹھنڈا ہوتا ہے۔

(۴) اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے اور دیر میں ٹھنڈا ہوتا ہے[1]

ایسے ہی رسول اللہ نے کسی سے مطالبہ کرنے اور قرض کے ادا کرنے میں لوگوں کی مختلف قسمیں بتائی ہیں جس سے طبیعت کے اختلاف کی طرف نشاندہی ہوتی ہے مثلاً آپ نے فرمایا

۱۔ بعض قرض کی ادائیگی میں اچھے ہوتے ہیں اور اپنا مطالبہ کرنے میں برے (سخت) ہوتے ہیں

۲۔ بعض ادائیگی میں بُرے ہوتے ہیں اور مطالبہ میں نرم ہوتے ہیں۔

۳۔ بعض ادائیگی میں اچھے ہوتے ہیں اور مطالبہ میں بھی اچھے ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض ادائیگی میں بُرے ہوتے ہیں اور مطالبہ میں بھی بُرے ہوتے ہیں[2]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذکورہ صفتوں کی پیدائش اور اختلاف میں صرف وراثت ہی کو دخل ہے اور کسی چیز کو دخل نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے جذباتی اوصاف میں اور چیزوں کی طرح وراثت کو بھی دخل ہے جس طرح یہ ضروری نہیں ہے کہ بچہ ہر حیثیت سے صورت و شکل میں اپنے خاندان اور والدین کے مشابہ ہو بعینہٖ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر اچھے بُرے اوصاف میں وہ اپنے پیش روؤں کا مرہونِ منت ہو۔ع

ع بہت سے اجتماعیین اور نفسیین وراثت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں ان کے دلائل اس سلسلہ میں بہت دور تک چلے گئے ہیں لیکن اخلاقیاتی مباحث اور قانونِ کسب و ریاضت اتنی اہمیت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ان کے زیادہ اہمیت دینے کی بنیاد وہ تجربہ ہے جو رصدگاہوں میں چوہے اور بندر وغیرہ حیوانات پر کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ انسان کے بارے میں ہر موقع پر یہ تجربے کس طرح قطعی و حتمی قرار دئے جا سکتے ہیں، اصل یہ ہے کہ قرآن حکیم نے انسان کو جس نگاہ اور بلندی کے ساتھ دیکھا ہے بد قسمتی سے تحقیقات کی دنیا کے پاس نہ وہ بلندی ہے اور نہ وہ نگاہ جس کی بنا پر کہیں کہیں افراط و تفریط سے حفاظت نہیں ہو سکی ہے۔

[1] ترمذی و مشکوٰۃ۔ [2] حوالہ بالا۔

تیسرا ماحول ہے

انسان اپنے ماحول سے بہت کچھ سیکھتا اور حاصل کرتا ہے

ماحول کی دو قسمیں ہیں (۱) مادی اور (۲) اجتماعی - مادی ماحول میں زندگی کی تمام ضروریات اور تفریحات داخل ہیں مثلاً زمین - فضاء - آب و ہوا دریا - نہر - مکان - باغ وغیرہ -

اور اجتماعی ماحول میں تمام وہ چیزیں داخل ہیں جو مدنیت اور تمدن سے پیدا ہوتی ہیں اور زندگی پر اثر ڈالتی ہیں مثلاً مدرسہ - تعلیم - اخلاق - معتقدات و افکار - ادب - فن - پیشہ وغیرہ

انسان شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے گرد و پیش کی تمام مادی و اجتماعی چیزوں کا اثر قبول کرتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ چیزیں اس کی طبیعت اور مزاج میں دخیل بن کر سوچنے سمجھنے کے ڈھنگ میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہیں جس کا اثر اعمال و اخلاق میں نمایاں ہوتا ہے [۱]

غور سے دیکھا جائے تو ماحول دوسرے موثرات سے قوی معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ نفسی قویٰ اور قدرت کی ودیعت کی ہوئی صلاحیتوں کو نشو و نما پانے کا موقع ملتا ہے حتیٰ کہ خود وراثت ماحول سے کافی متاثر ہوتی ہے کیوں کہ جن خاصیتوں اور صلاحیتوں کو ہم کہتے ہیں کہ بطور

---

[۱] ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اس مسئلہ پر کافی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جسم و اخلاق پر اقلیم درجہ حرارت - آب و ہوا قحط و ارزانی وغیرہ سب کا اثر پڑتا ہے مثلاً وہ کہتے ہیں

تین چیزیں مجتمع سے الگ ہونے کے باوجود اس پر بہت اثر کرتی ہیں (۱) اقلیم (۲) جغرافیانہ ماحول (۳) مذہب .. اجسام بشری اور اخلاق انسانی میں حرارت کے مختلف درجوں (اقالیم) کا اثر پڑتا ہے (مقدمہ ابن خلدون المقدمۃ الخامسہ وغیرہ)

لیبان نے مادی ماحول کو کمتر درجہ کا موثر قرار دیا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے "آب و ہوا اور جغرافیانہ حدود و حالات اور مقامی خصوصیات کا اثر صرف اس وقت پڑتا ہے جب کوئی قوم اپنے دور تکوین میں ہوتی ہے اور اس کے قدیم موروثی اخلاق کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے قدیم قوموں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے" البتہ اجتماعی ماحول کو کافی اہمیت دی ہے مثلاً مذہب کے بارے میں کہتا ہے "تاریخ کے ابتدائی زمانہ سے آج تک ہر نظام حکومت اور ہر نظام تمدن کا سنگ بنیاد مذہبی عقاید کی سطح پر رکھا گیا ہے ...... مذہب اس سرعت کے ساتھ اخلاق پر اثر ڈالتا ہے کہ اس معاملہ میں عشق کے سوا کوئی چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے (انقلاب الامم ص ۱۳ و ۳۸ و ۱۳۰ و ۱۳۱)

لیکن لیبان کے علاوہ ارسطو - بقراط - ابن سینا - ادیب - جاحظ - فیلسوف کندی (تیسری صدی ہجری) اور

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وراثت منتقل ہوتی ہیں۔ اگر ان کی تحلیل کی جائے تو اکثر و بیشتر حصہ ماحول کا پیدا کردہ دکھائی دے۔

ماحول کے قوی اثر ہوتے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ بسا اوقات بازاری اور بد اخلاق لوگوں کے بچے عمدہ ماحول کی بدولت علم و اخلاق میں عظیم الشان ترقی حاصل کر لیتے ہیں اسی طرح مہذب و با اخلاق لوگوں کے بچے خراب ماحول کی بنا پر خاندانی اوصاف تک کھو بیٹھتے ہیں[۱]

قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیات میں ماحول کا ثبوت ملتا ہے۔

قرآن حکیم سے ماحول کا ثبوت

والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لایخرج الانکدا (۷/۵۸)

اور جو پاکیزہ شہر ہے رب کے حکم سے وہاں سبزہ نکلتا ہے اور جو خراب ہے نہیں نکلتا ہے مگر ناقص۔

نبات کا ماحول زمین اور اس سے متعلق اشیا ہیں جب یہ اچھی مل گئیں تو اس کی سرسبزی و تروتازگی عجیب و غریب سماں پیدا کر دیتی ہے اور جب یہ چیزیں خراب اور ناقص ہوئیں تو اس کے ہر وصف میں نقصان اور خرابی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔

واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرنٰھا تدمیرا (۱۷/۱۶)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو "حکم" دیتے ہیں (احکام پہنچا دیتے ہیں) پھر وہ تعمیل کرنے کے بجائے نافرمانی میں سرگرم ہو جاتے ہیں پس ان پر عذاب کا قانون لاگو ہو جاتا ہے اور پاداشِ عمل میں انہیں ہلاک و برباد کر ڈالتے ہیں۔

"مترفیھا" میں تمام وہ لوگ داخل ہیں جن کا اثر عوام پر پڑتا ہے خواہ وہ مذہبی و سیاسی لیڈر ہوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مؤرخ مسعودی چوتھی صدی ہجری اور فرانسیسی مصنف "مونٹیسکو" وغیرہ نے نظریۂ اقلیم کو کافی اہمیت دی ہے اور ان میں بعضوں نے تو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دی ہے (ملاحظہ ہو ابن خلدون از ذاکر طہٰ) [۱] اسی بنا پر پستالوزی کہتا ہے کہ ہم نے جہاں تک دیکھا انسان کو اپنے ماحول کے اثر سے بنتے دیکھا (فلسفۂ تمدن و تعلیم)

یا سرمایہ دار خوشحال لوگ یا ان کے علاوہ کوئی ہو جب یہ بڑی ناک والے کوئی کام کرتے ہیں تو لازمی طور سے اس کا اثر جمہور پر پڑتا ہے اس بنا پر یہ لوگ تربیت و اصلاح کے ولین مخاطب ہوتے ہیں۔

آیت میں اسی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کیونکہ جب یہ لوگ نافرمانی اور سرکشی پر اتر آتے ہیں تو ان کی وجہ سے پورا ماحول بگڑ جاتا ہے اور ان کے زہر سے پوری فضا مسموم ہو جاتی ہے اور بالآخر تباہی بربادی کا پروانہ آجاتا ہے خراب ماحول کا اثر اتنا قوی ہوتا ہے کہ "احسن تقویم" پر پیدا کیا ہوا انسان اس کی بدولت "اسفل سافلین" میں جا گرتا ہے

ثم رددنٰہ اسفل سافلین ۹۶ پھر ہم نے اس کو سب سے نچلے درجہ میں لوٹا دیا۔

یہ مطلب نہیں کہ انسان ماحول کے آگے بالکل بے بس اور مجبور ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان قدرت کی دی ہوئی صلاحیت عقل اور ارادہ کی طاقت سے کام نہ لے تو قوت بہیمیہ اور شہوانیہ کو برگ و بار لانے کا خراب ماحول کافی موقع فراہم کر دیتا ہے اور بالآخر اسفل سافلین میں جا گرتا ہے۔

ماحول کا ثبوت | رسول اللہ کی حدیث سے درج ذیل حدیث سے ماحول کی قوت کا ثبوت ملتا ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ اوینصرانہ او یمجسانہ [۱]

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین (ماحول) اس کو یہودی نصرانی اور مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔

مادی ماحول کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔

ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضھا من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض فجاء منھم الاحمر والابیض والاسود وبین ذلک والسھل والحزن والخبیث والطیب [۲]

اللہ نے دنیا کے ہر حصہ سے مٹھی بھر خاک لی اور اس سے آدم کو پیدا کیا اس لئے انسان زمین کے اختلاف سے مختلف رنگ اور مختلف اخلاق کے پیدا ہوئے بعض سرخ بعض سفید بعض سیاہ بعض متوسط درجے کے اور بعض نرم اور بعض سخت بعض اچھے اور بعض برے۔

مختلف آب و ہوا اور مختلف ملک کے باشندوں میں رنگوں کا اختلاف تو ظاہر ہے طبیعت مزاج اور اخلاق کے مظاہرہ میں بھی کافی فرق ہوتا ہے جس کا سمجھنا ہر تحریک کی کامیابی کے لئے ضروری ہے جس طرح شہری اور دیہاتی کے مزاج میں نسبتہً نرمی اور خشونت وغیرہ کا فرق ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

من سکن البادیۃ جفا [۳] جس شخص نے دیہات میں سکونت اختیار کی اس کے مزاج میں سختی آگئی۔ (باقی آئندہ)

---

[۱] بخاری و مسلم [۲] ترمذی و ابو داؤد [۳] ابو داؤد و ترمذی